نفقۂ مطلقہ

سرکاری بل کا جائزہ اور مسئلہ کا حل

مولانا محمد عبداللہ سلیم استاذ دارالعلوم دیوبند

مسلم پرسنل لا کے وہ چند اہم مسائل جنھیں ترمیم کا نشانہ بنایا جارہا ہے، ان ہی میں مسئلہ متاعِ طلاق بھی ہے، یعنی جس عورت کو طلاق دی جائے اس کو عدت گذر جانے کے بعد بھی نان و نفقہ اور جائے سکونت دی جائے تا آنکہ وہ کسی اور سے نکاح کرلے[1] یا فوت ہوجائے

منشار ترمیم ترمیم و تبدیلی کا مطالبہ کرنے والے حضرات یہ کہتے ہیں کہ شوہر کی طلاق ہی کی وجہ سے مطلقہ عورت کو مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شوہر کو اس کی پریشانی و زبوں حالی سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا اس لئے جب تک وہ مطلقہ زندہ ہے یا اس کا دوسرا نکاح نہیں ہوجاتا اس وقت تک نان نفقہ دے کر تلافی مافات کرتے رہنا شوہر کی ذمہ داری قرار دیا جانا چاہیئے۔

دلیل برائے ترمیم ان حضرات کی طرف سے تجویز کی تائید کے لئے سورۂ بقرہ کی یہ آیت پیش کی گئی وللمطلقٰت متاع بالمعروف حقًا علی المتقین (البقرہ آیت ۲۴۱) اور اس بات سے قطعی طور پر صرف نظر کرلیا کہ اس آیت کے ذیل میں احادیث اور تفاسیر کے اندر کیا کیا

---

[1] ضابطہ فوجداری ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۱۲۵

گیا ہے۔ کیا کوئی بھی ایسی گنجائش ملتی ہے کہ اس آیت کو مذکورہ تجویز کے لئے مستدل بنایا جاسکے۔

۔ افسوس کہ بعد کے حالات نے یہ شبہ پیدا کر دیا کہ یہ حضرات کہیں حکومت میں دخیل فرقہ پرستوں اور اسلام دشمن عناصر کے آلۂ کار تو نہیں ہیں۔ چنانچہ ان کی تعداد نہایت ہی کم ہونے کے باوجود ان ہی کو ہندوستان کی ملت اسلامیہ قرار دے کر بڑی آسانی سے یہ تجویز منظور کر لی گئی[1]۔

غلط تاویل جب اسلام اور مسلمانوں کی ترجمانی کا حق رکھنے والے ارباب علم نے اس ترمیم کو خلاف شرع قرار دیتے ہوئے اس پر احتجاج کیا تو جواب یہ دیا گیا کہ اس ترمیم کا منشا صرف یہ ہے کہ جو واجبات شوہر کے ذمے باقی رہ جاتے ہیں جیسے مہر کی رقم ان کو بالاقساط ادا کرا دیا جائے[2]۔ اس جواب پر سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ

باایں عقل و دانش بباید گریست

خیر آیتِ محوّلہ بالا سے مذکورہ تجویز کے لئے استدلال صحیح ہے یا غلط۔ اس کا جائزہ تو انشاء اسی مضمون کی اگلی سطور میں لیا جائے گا، اس سے پہلے ان مقاصد و دلائل پر نظر ڈال لی جائے جن کی بساط پر ترمیم وتبدیلی ہوئی۔

تجزیۂ تاویل اس بات کے عجیب ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے کہ تجویز اس لئے پاس کی گئی کہ مہر جیسے واجبات کو بالاقساط ادا کرا دیا جائے۔

تجویز تو یہ ہے کہ تاحیات یا تا نکاح ثانی مطلّقہ کا نان و نفقہ طلاق دینے والے شوہر کے ذمے

---

[1] حالانکہ جو صحیح معنی میں مسلمانوں کے مطالبات ہیں ان پر کبھی توجہ نہیں دی گئی۔ جیسے اردو، مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور پھر بمبئی میں مسلم پرسنل لا کنونشن اور دیگر اجتماعات کی طرف سے پرسنل لا میں ترمیم نہ کرنے کا مطالبہ وغیرہ۔

[2] چنانچہ قانون کی دفعہ میں ترمیم کی گئی کہ یہ نفقہ اس مطلّقہ کو دیا جائے گا جس کا مہر وصول نہیں ہوا۔

ہوگا اور مقصد تجویز یہ ہو کہ اس صورت میں مہر ادا ہو جائے گا۔ یہ بات کس قدر تعجب خیز ہے۔
آخر ایک متعین اور محدود رقم کی ادائیگی کے لئے غیر معین مدت کی تجویز کس بنا پہ معقول قرار دی گئی ؟

سوال یہ ہے کہ اس تجویز کے مطابق اگر بالاقساط دین مہر کی ادائیگی بھی نہیں کی جاتی تو اس کی چارہ جوئی کے لئے مطلقہ کو عدالت ہی کی طرف رجوع ہونا پڑے گا۔ اور عدالت میں پہلے سے یہ قانون موجود ہے کہ مہر شوہر کے ذمے قرض ہے طلاق یا شوہر کی موت کے بعد عورت کو اس کی وصولیابی کا حق حاصل ہے، اگر برضامندی ادائیگی نہ کی گئی تو عورت کے مطالبہ پر جائداد ضبط کر کے اس کے ذریعہ سے عدالت ادا کرائے گی۔

تو آخر اس تجویز سے عورت کو وہ کونسا قانونی مفاد حاصل ہو گیا جو پہلے سے حاصل نہیں تھا۔؟

پھر بعض برادریوں میں اس قدر قلیل مہر مقرر کیا جاتا ہے کہ اس سے ایک مہینے کا نان ونفقہ بھی مہیا نہیں ہو سکتا تو ان کے حق میں یہ تجویز کیسے کارآمد ہو گی؟

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ اب مثلاً طلاق کے ایک ماہ یا پندرہ دن بلکہ ایک ہفتہ کے بعد وضع حمل ہو کر عدت ختم ہو جائے اور عورت دوسری شادی کرلے، ادھر مہر کی رقم پانچ یا دس ہزار روپے ہے اور ابھی شوہر ایک ہی قسط دے پایا تھا۔

اب اس تجویز اور اس کی شرح کی رو سے نکاح ثانی ہو جانے پر شوہر سے مزید قسطوں کے مطالبہ کا عورت کو حق نہیں ملتا۔ تو کیا اس صورت حال سے قانون سازوں یا ترمیم چاہنے والوں کو اتفاق ہے۔

تجویز کا مدلول لفظی تو یہ ہے کہ اس میں مہر کی رقم سے کوئی بحث نہیں ہے، بلکہ جس طرح شریعت نے ایام عدت کے نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر ڈالی ہے، اسی طرح مطلقہ کی زندگی یا اس کے نکاح ثانی تک شوہر کو نفقہ کی ادائیگی کا پابند قرار دیا جائے۔

تجزیہ دلائل یہ بات تو ایک اصولی درجہ رکھتی ہے کہ واجبات اور فرائض کسی نہ کسی حق کا عوض ضرور ہوتے ہیں۔ شوہر پر بیوی کے نفقہ کی ذمہ داری اس بنا پر ہے کہ عورت پر شوہر کے حقوق ہیں اور ان حقوق کے دائرہ میں وہ گھری ہوئی ہے، ایام عدت میں بھی چونکہ اس پر وہی پابندی بحال رہتی ہے جو شوہر پر اس کے نفقہ کا موجب بنی ہوئی تھی۔ اس لئے شریعت ایام عدت کا نفقہ شوہر سے دلاتی ہے۔

چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے:

ان المرأة فی کلا الصورتین الموت والطلاق محبوسة لحقوق الزوج فیجب الانفاق فی ماله الخ	عورت ہر دو صورتوں یعنی موت اور طلاق میں شوہر کے حقوق کی وجہ سے گھری رہتی ہے اس لئے شوہر کے مال میں نفقہ کی ادائیگی واجب قرار پائی۔
(مظہری جلد اول ص ۲۴۰)	

عدت ختم ہو جانے کے بعد بھی از روئے تجویز شوہر کو مطلقہ کے نفقہ کا پابند قرار دیا گیا ہے تو اس کے عوض میں کونسے حقوق عورت سے وابستہ کئے گئے۔ کیا شوہر اس نفقہ کے عوض یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ تو دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ اگر یہ اختیار دیا گیا تو اولاً تو اس کی کوئی قانونی بنیاد نہ ہوگی دوسرے یہ عورت پر سراسر ظلم ہوگا، اور اگر یہ یا اسی طرح کی کسی پابندی کا اختیار شوہر کو نہیں دیا جاتا تو بے وجہ اس کو نفقہ کا پابند قرار دینے میں اس پر ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

رہا متعین طور پر یہ کہنا کہ شوہر ہی طلاق دے کر مطلقہ کی زبوں حالی اور مصیبت کا موجب بنا ہے عقلاً بھی غلط ہے اور واقعہ کے خلاف بھی۔ کیا عورت کی بدمزاجی، بدکرداری، ضد اور سرکشی طلاق کا موجب نہیں بن سکتی۔ کسی عورت کے ان جرائم کی وجہ سے اگر شوہر طلاق دیکر اس سے نجات نہ حاصل کرے تو کیا اس ظالم کو ہی "مظلوم" سمجھکر گھر کو تباہ و برباد کرتا رہے۔

انسان دونوں ہی ہیں اور مجرم بھی دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ بہرصورت تنہا مرد کو مجرم قرار دینا سراسر ناانصافی ہے۔

پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ یہ مطلقہ محض اس ضد میں کہ طلاق دینے والے شوہر سے برابر نفقہ حاصل کرتی رہے وہ نکاح ثانی نہ کرے۔ ادھر شوہر کے معاشی حالات ایسے ہوں کہ وہ صرف ایک ہی عورت کے مصارف کا تکفل کر سکے، اس صورت میں وہ دوسری شادی نہیں کر سکے گا، ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کی خانگی اور خاندانی زندگی پر بھی ناگوار اثر پڑے گا، اور اس بات کا بھی احتمال ہوگا کہ شیطان اس پر قابو پالے اور وہ بدراہی کا شکار ہو جائے۔

پھر اگر یہ تجویز محض بیکس عورتوں کی بہبودی کی خاطر لائی گئی ہے تو سوال ہو سکتا ہے کہ کسی ایسی عورت کے بارے میں کیا تجویز لائی گئی ہے جس کا شوہر بغیر کچھ ترکہ چھوڑے فوت ہو گیا اور اس عورت کا نہ کوئی کفیل ہے اور نہ والی۔ بچے یا تو ہیں نہیں یا ہیں تو بہت چھوٹے ہیں۔ کیا ایسی عورتوں کا ہمارے ملک میں وجود ممکن نہیں ہے۔

بہرحال یہ ہیں اس تجویز کے وہ نقصانات جو معمولی غور و فکر کے بعد ہی ذہن میں ابھر آتے ہیں، اور یہ محض دماغی اپج نہیں ہے بلکہ واقعات سے ان کا ربط اور تعلق بھی ہے۔

شرعی جائزہ

اب اس مسئلہ کو کتاب و سنت کی روشنی میں دیکھا جائے کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں یقین رکھنے والے مسلمانوں کو بحمداللہ اس سے سروکار نہیں ہوتا کہ اس مسئلہ کی تائید میں عقلی دلائل کس قدر ہیں، ان کے اطمینان قلب کے لئے تو اتنی بات کافی ہے کہ شریعت کا اس بارے میں یہ حکم ہے۔

ازدواجی روابط کی انتہا

اس مسئلہ کے تفصیلی مطالعہ کے لئے بنیادی طور پر اس بات پر نظر رہنی چاہیے کہ طلاق یا شوہر کی موت کے بعد عورت کے ساتھ ازدواجی رشتہ کے کچھ اثرات اور اس تعلق کی کچھ کڑیاں اگر باقی رہتی ہیں تو وہ صرف عدت تک رہتی ہیں عدت ختم ہو جانے کے بعد قطعی طور پر تعلق منقطع ہو جاتا ہے، البتہ طلاق رجعی کے بعد اور بائنہ کی عدت ختم ہونے پر اختیار نکاح کا اختیار دونوں کو حاصل ہو جاتا ہے۔

مطلقہ کے سلسلہ میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف (الطلاق)

سو جب یہ اپنی عدت پوری کرنے والی ہوں تو یا ان کو دستور کے موافق روک لو یا دستور کے مطابق جدا کر دو

اور

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ (البقرہ۔ آیت ۲۳۱)

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گذرنے کے قریب پہونچ جائیں تو تم ان کو قاعدہ کے موافق (رجعت کر کے) نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو۔ اور ان کو تکلیف پہونچانے کی غرض سے نہ روکو اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا جائے اور جو ایسا برتاؤ کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

اور بیوہ کے بارے میں ہدایت ہے:

فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف (البقرہ: آیت ۲۳۴)

پھر جب اپنی عدت کی میعاد پوری کرلیں تو تم کو بھی کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات کے جائز رکھنے میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی نکاح کی کریں قاعدے کے موافق۔

عدت کے ختم ہو جانے کے بعد شوہر سے وابستہ تمام روابط و تعلقات ختم ہو جاتے ہیں، ایک طرف عورت کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ جہاں چاہے نکاح کر کے بس جائے اور لوگوں کے لئے بھی یہ بات جائز ہو جاتی ہے کہ اس کے ساتھ عقد نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کریں۔

فرمانِ خداوندی ہے:

ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتٰب اجلہ (البقرہ: آیت ۲۳۵)

اور نہ ارادہ کرو تم عقد نکاح کا یہاں تک کہ پہنچ جائے عدت مقررہ اپنی انتہا کو۔

میعادِ عدت کا فرق اور طلاق اور موت ہر حالت میں عدت کی میعاد یکساں نہیں رکھی گئی ہے بلکہ شریعت نے اسباب عدت کے فرق کی بنا پر میعادِ عدت بھی مختلف رکھی ہے۔

اگر ازدواجی تعلق قائم ہوئے بغیر طلاق کی نوبت آگئی تو اس صورت میں عدت ہی نہیں ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ	اے ایمان والو جب تم نکاح کرو ایمان والیوں سے پھر ان کو طلاق دیدو قبل اس کے کہ ان کو چھوؤ تو تمہارے لئے ان پر کچھ عدت نہیں ہے۔
(الاحزاب ۔ آیت ۹)	

اور جن عورتوں کو بوجہ کم عمری ماہواری نہیں آتی یا بوجہ زیادتی عمر یہ سلسلہ بند ہوچکا ہے اور تین ماہواری کا تعین نہیں کیا جاسکتا ان کی عدت تین مہینے مقرر کی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

والئی یئسن من المحیض من نساءکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر والئی لم یحضن	اور تمہاری مطلقہ بیویوں میں جو بوجہ زیادتی عمر حیض آنے سے ناامید ہوچکی ہیں اگر تم کو ان کی عدت کے تعین میں شبہ ہے تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح جن عورتوں کو بوجہ کم عمری حیض نہیں آتا۔
(الطلاق ۔ آیت ۴)	

اور اگر عورت کو حمل ہے تو عدت خواہ طلاق کی ہو یا موت کی اس کی میعاد وضع حمل ہے خواہ مکمل ہو یا ناقص البتہ کوئی عضو ضرور بن گیا ہو خواہ ایک انگلی ہی سہی،

واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔	اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہوجانا ہے۔
(الطلاق آیت ۴)	

اور شوہر کی وفات ہوجائے تو اس صورت میں عدت چار مہینے دس دن ہوگی بشرطیکہ عورت کو حمل نہ ہو۔

ارشاد خداوندی ہے:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجًا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا (البقرۃ)

اور جو لوگ تم میں سے وفات پاجاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں خود کو (نکاح وغیرہ سے) چار مہینے دس دن روکے رکھیں۔

ان صورتوں کے علاوہ عام حالات[1] میں مطلقہ عورت کی عدت تین ماہواری ہے۔

والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء (البقرۃ آیت ۲۲۸)

اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک[2]

نفقۂ عدت طلاق

بہرحال اس تفصیل کے مطابق جس عورت کی جس قدر بھی میعاد عدت ہو گی صرف اسی زمانہ کے نفقہ وسکنیٰ (قیام وطعام) کا بندوبست شوہر کے ذمے واجب ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اسکنوھن من حیث سکنتم من وُجدکم ولا تضآرّوھن لتضیّقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھنّ (الطلاق آیت ٦)

تم ان مطلقہ عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جس طور کہ تم رہتے ہو اور ان کو ضیق میں ڈالنے کے لئے تکلیف مت پہونچاؤ اور اگر وہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچہ دیتے رہو۔

---

[1] یعنی جبکہ اس سے صحبت یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو اور وہ حاملہ بھی نہ ہو، اور اس کو ماہواری آتی ہو

[2] قروء کا ترجمہ حنفیہ نے حیض سے اور شافعیہ نے حیض سے پہلے یا بعد کی پاکی سے کیا ہے۔ اس لئے شوافع کے نزدیک میعاد عدت تین طہر ہیں۔ تفصیل اور دلائل کا یہ موقع نہیں ہے، کتب فقہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

حمل والی عورتوں کے نفقۂ عدت کی تو چونکہ آیت میں تصریح ہے، اس لئے شوہر کے ذمے بالاتفاق اس کا نفقہ واجب ہے، اسی طرح طلاق رجعی کی صورت میں بھی چونکہ نکاح ٹوٹتا نہیں ہے اس لئے تمام ائمہ فقہ کا اجماع ہے کہ اس کو نفقہ بھی دیا جائے گا اور رہائش کے لئے مکان بھی، البتہ جس عورت کو بائنہ یا مغلظہ طلاق دیدی جائے اور وہ حاملہ نہ ہو اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے

عدت طلاق کے نفقہ میں ائمہ کا اختلاف

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس کو نہ نفقہ دیا جائے گا اور نہ سکنیٰ یعنی جائے قیام۔ یہی قول حضرت حسنؒ اور شعبی کا ہے اور یہی مسلک ہے امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا کہ اس کو نفقہ نہیں دیا جائے گا۔ ان کا کہنا ہے کہ نفقہ کے لئے شرط ہے کہ عورت حاملہ ہو، نیز حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی یہ حدیث بھی ان کی دلیل ہے کہ ان کے شوہر ابوعمرو بن حفص نے ان کو قطعی طلاق دی، جبکہ وہ شام میں تھے، انھوں نے فاطمہ کے پاس اپنے وکیل کے ذریعہ اس امر کی اطلاع بھیجی، انھوں نے اپنے نفقہ اور سکنیٰ کا مطالبہ کیا تو وکیل نے اس سے انکار کیا۔ اس پر حضرت فاطمہ بنت قیس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کیا، آپؐ نے فرمایا کہ اس کے ذمے تیرا نفقہ نہیں ہے، اور آپ نے حکم دیا کہ ام شریک کے گھر میں عدت گذارو لیکن پھر آپ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا۔ (تفسیر مظہری)

یہ حدیث مختلف طرق سے مسلم شریف میں موجود ہے۔

وجوب نفقہ کے دلائل

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق مغلظہ اور بائنہ کی صورت میں نفقۂ عدت اور سکنیٰ شوہر کے ذمے واجب ہے۔ ان کے نزدیک آیت محوّلہ بالا میں من وجدکم فعل محذوف انفقوا علیھن کا متعلق ہے کیونکہ سکنیٰ کی حیثیت اور قدر وقیمت کی وضاحت تو من حیث سکنتم اور ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن سے ہوجاتی ہے۔ اب اگر من وجدکم کو بھی اسکنوھن کا ہی متعلق مان لیا جائے تو اس لفظ کا کوئی فائدہ نہ

نمایاں نہیں ہوتا اور اس کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات سے بھی ہوتی ہے۔ ان کی قرأت اس طرح ہے:

اسکنوھن من حیث سکنتم وانفقوا علیھن من وجدکم	ان مطلقہ عورتوں کو رہنے کا مکان دو جس طور کہ تم رہتے ہو اور ان پر خرچ کرو اپنی وسعت کے موافق

اور یہ بات مفسرین کے نزدیک مسلم ہے کہ ایک قرارت دوسری قرارت کے لئے مفسر ہوتی ہے۔ اس لئے اگرچہ مروجہ قرارت میں انفقوا علیھن نہیں ہے، تو بھی اس کو مقدر مانا جائے گا۔ اور حنفیہ کے نزدیک لفظ اسکنوھن میں چونکہ ضمیر کا مرجع سابقہ ضمیروں کے مطابق اذا طلقتم النساء میں مذکور عام مطلقہ عورتیں ہیں۔ اس لئے ہر طلاق کی عدت میں نفقہ واجب ہو گا، اور آیت میں حاملہ کا ذکر کرکے اس کو نفقہ دینے کی صراحت اس لئے نہیں کی گئی ہے کہ نفقہ کے لئے حمل شرط ہے، بلکہ صرف تاکید اور یہ وضاحت مقصود ہے کہ اس کا نفقہ تین ماہواری یا تین مہینے نہیں بلکہ تا وضع حمل ہے۔

باقی فاطمہؓ بنت قیس والی مذکورہ روایت کا جواب یہ ہے کہ اس کو خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر رد فرما دیا تھا۔

لانترك كتاب ربنا ولا سنة نبينا بقول امرأة لاندرى حفظت ام نسيت الخ (مسلم شریف)	ہم اپنے پروردگار کی کتاب میں مذکور اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت حکم کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑیں گے ہمیں پتہ نہیں کہ اس نے بات کو محفوظ بھی رکھا ہے یا وہ بھول گئی۔

اس سلسلے میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو مرفوعاً حدیث مروی ہے وہ یہ ہے۔

سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ

يقول فى المبتوتة لها النفقة والسكنىٰ (تفسیر الرازی ۔ سورۃ الطلاق)

نے تین طلاق والی عورت کے بارے میں فرمایا کہ اس کے لئے نفقہ بھی ہے اور سکنیٰ بھی

حضرت عمرؓ کی اس روایت کو طحاوی، دارقطنی اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے (معارف القرآن)

بہرحال مذکورہ بالا تصریحات سے مطلقہ عورتوں کے نفقہ و سکنیٰ کی تفصیلات سامنے آگئیں اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نفقہ و سکنیٰ کی سب سے زیادہ رعایت مسلک حنفیہ میں ہے۔

بیوہ کا نفقہ عدت

اب بیوہ کے نفقہ عدت و سکنیٰ پر بھی نظر ڈال لی جائے۔ اس سلسلہ میں قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ آیت ملتی ہے:

والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجًا وصية لازواجهم متاعًا الى الحول غير اخراج فان خرجن فلا جناح عليكم فيما فعلن فى انفسهن من معروف۔

(البقرہ، آیت ۲۴۰)

اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں تو وصیت کر جایا کریں اپنی بیویوں کے واسطے ایک سال تک (نان نفقہ اور گھر میں سکونت) سے فائدہ اٹھانے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نہ نکالی جائیں۔ ہاں، اگر وہ خود ہی (بعد عدت) نکل جائیں تو تم کو کوئی گناہ نہیں ہے اس قاعدے کی بات میں جس کو وہ اپنے بارے میں (تجویز) کریں (جیسے نکاح وغیرہ)

نسخ آیت

لیکن جمہور مفسرین اور علماء امت کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہو چکی۔ ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں بھی بیوہ ایک سال تک سوگ مناتی تھی۔ چنانچہ اس آیت نے نازل ہوکر اسی طرح وصیت کا حکم دیا جیسے والدین و دیگر اعزاء کے حق میں وصیت کا حکم اس آیت کے ذریعہ دیا گیا تھا۔

كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا الوصية للوالدين

تم پر فرض کیا گیا کہ جب کسی کو آثار سے موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ

بالمعروف	میں چھوڑ رہا ہو تو (اپنے) والدین اور (دیگر)
(البقرہ : آیت ۱۸۰)	اقارب کے لئے معقول طور پر وصیت کر دے ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہو گئی جس میں میراث کے ضوابط مذکور ہیں یعنی یوصیکم اللہ فی اولادکم الخ (سورۂ نساء) (ابن کثیر)

اور وصیت کی یہ منسوخی ان ورثاء کے حق میں ہوئی ہے جن کے لئے ترکہ میں حصے قرآن حکیم نے مقرر کر دیئے ہیں اور جن کے حصے مقرر نہیں ہیں۔ ان کے لئے وصیت کا حکم بحالہٖ باقی ہے، لیکن باجماع امت فرضیت وصیت ان کے حق میں بھی منسوخ ہے (معارف القرآن بحوالہ جصاص و قرطبی)

اسی طرح حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق بیوہ کے بارے میں وصیت کا حکم آیت میراث نے منسوخ کر دیا۔ اسی کے ساتھ یہ روایت بھی ناسخ ہے:

ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ	اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دیدیا ہے۔
لوارث، اخرجہ الترمذی وقال ھذا	لہٰذا اب وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہے
حدیث حسن صحیح۔	

امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے اور فقہاء امت نے بالاتفاق اس کو قبول کیا ہے۔ اس لئے بحکم متواتر ہے اور اس سے آیت قرآن کا نسخ جائز ہے (معارف القرآن)

اور عدت کے لئے ایک سال کی مدت کو چار ماہ دس دن والی آیت نے منسوخ کیا۔ اور وہ آیت جیسا کہ اسی مضمون میں پہلے بھی آچکی ہے یہ ہے:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا	اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جاتے ہیں اور
یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا	بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں خود کو (نکاح
(البقرہ : آیت ۲۳۵)	وغیرہ سے) چار مہینے دس دن روکے رکھیں۔

(باقی)